ڈاکٹر ظہور الدین احمد

شاہ ابوالمعالی

شاہ ابوالمعالی وہی بزرگ ہیں جن کا نام عوام میں کثرت استعمال سے شاہ ابوالمعالی کے بجائے "شید رمالی" بن گیا ہے۔ اب ان کے مزار کا نام اور اس بازار کا نام جہاں مزار واقع ہے 'شید رمالی' کہلاتا ہے، ان کا اصلی نام ابوالمعالی تھا، کیونکہ انھوں نے خود لکھا ہے کہ:

پیر نامم ابوالمعالی کرد

معاصر تذکرہ نگاروں یعنی اخبار الاخیار مؤلفہ عبدالحق محدث دہلوی اور منتخب التواریخ مؤلفہ عبدالقادر بدایونی میں بھی یہی نام لکھا ہے۔ متاخرین تذکرہ نگاروں نے مثلاً غلام سرور مؤلف حدیقۃ الاولیاء نے خیر الدین ابوالمعالی لکھا ہے۔ متاخرین ان کو کرمانی لکھتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ وہ کرمان کے صحیح النسب سادات میں سے تھے، لیکن عبدالقادر بدایونی نے لکھا ہے کہ ان کے آباء و اجداد عرب سے آئے۔ یہ صحیح ہے لیکن وہ عرب چھوڑ کر سیدھے ہندوستان نہیں آگئے تھے، بلکہ کرمان میں مقیم ہوگئے۔ بعد میں ۹۰۰ھ کے آغاز میں ان میں سے میر فیض اللہ باقی اور سید مبارک اچہ کے قریب قصبہ داؤدچال میں مکان بنا کر رہنے لگے[1]۔ بقول بدایونی وہ نواحی ملتان کے قصبہ سیت پور میں آباد ہوگئے۔ بعض سوانح نگاروں نے سیت پور کو غلط پڑھ کر ہیبت پور لکھا ہے۔ شاہ ابوالمعالی کے والد کا نام سید رحمت اللہ تھا۔ ان کے دو چچا تھے سید داؤد اور سید جلال الدین۔ ان میں سے سید داؤد اپنی صلاحیت، ریاضت اور توفیق خداوندی سے اپنے وقت کے عالی رتبہ صوفی اور صاحب کشف و کرامات شمار ہوئے۔ سید داؤد کے والد سید فتح اللہ[2] ان کی پیدائش سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے اور ان کے بڑے بھائی سید رحمت اللہ یعنی ابوالمعالی کے والد نے

---

[1] مقامات داؤدی، عبدالباقی، روٹوگراف پنجاب یونی ورسٹی لائبریری، ص ۱۴

[2] گلزار ابرار مؤلفہ محمد غوثی (مرتبہ ۱۰۱۴-۱۰۲۰ھ) میں سید داؤد کے والد کا نام شیخ فیض اللہ لکھا ہے جو غلط ہے (اذکار الابرار ترجمہ گلزار الابرار، ص ۳۰۷)

ان کی پرورش و تربیت کی تھی۔ یہ لوگ سیدت پور سے چونی یا چونیاں ضلع لاہور میں اُٹھ آئے[۵]۔ پھر دیپال پور کے قریب قصبہ شیر گڑھ میں جا بسے۔ مقاماتِ داؤدی میں ذکر ہے کہ سید فتح اللہ داؤ دبھال سے اُٹھ کر ستگرہ (ضلع منٹگمری) میں آگئے۔ سید داؤد کا مزار شیر گڑھ میں ہے اور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ تذکروں میں سید داؤد کو جھنی وال لکھا ہے۔ اصل میں یہ جھُنی والی ہے یعنی چونی والے۔ بعض سوانح نگاروں نے چونی وال کو ہی ایک جگہ یا مقام سمجھ لیا ہے۔

شاہ ابو المعالی شیر گڑھ میں ۹۶۰ھ میں پیدا ہوئے۔ بدایونی نے "ابو المعالی حق پرست، اور "گدائے شیخ داؤد" سے تاریخ ولادت نکالی ہے۔ بادشاہ نامہ عبد الحمید لاہوری مطبوعہ کلکتہ، جلد اول، حصہ دوم صفحہ ۳۳۶، ۳۳۷ پر شاہ ابو المعالی کے متعلق لکھا ہے کہ:

"مولد و منشا او از قصبہ بھیرہ است از پرگنات دار السلطنت لاہور۔ در خدمت میاں میر ترک و تجرید اختیار نمودہ"۔ سید عبد اللطیف مصنف تاریخ لاہور نے اسی تاریخ کے حوالے سے ابو المعالی کی جائے ولادت بھیرہ لکھی ہے جو غلط ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی اور ابو المعالی ہوں گے کیونکہ عبد الحمید لاہوری ۱۰۶۷ھ میں وفات پا گئے اور انھوں نے شاہ ابو المعالی کے متعلق لکھا ہے کہ:

"از اہل و عیال گسیختہ اکنوں بشغلی کہ از اں رہ نوردِ بیدائے یقین فراگرفتہ مشغول است"

گویا تالیف شاہ نامہ کے وقت یہ ابو المعالی زندہ تھے۔ حالانکہ شاہ ابو المعالی ۱۰۲۴ھ میں وفات پا چکے تھے۔

پانچویں پشت تک شاہ ابو المعالی کا نسب نامہ یوں ہے:

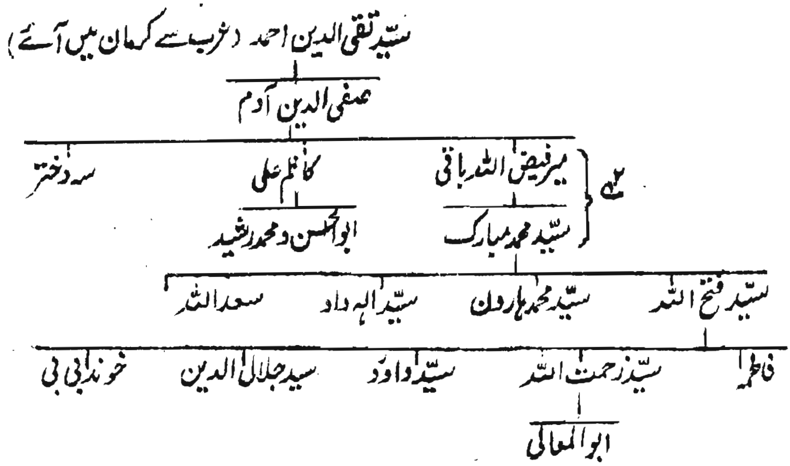

شاہ ابو المعالی نے شیر گڑھ میں ہی اپنے والد اور چچا سے تعلیم و تربیت حاصل کی اور اپنے چچا سید داؤد کے

---

۵ منتخب التواریخ، کلکتہ، ج ۳، ص ۳۰ ۶ ایران سے آئے اور نواحی اچہ قصبہ داؤد جال میں رہنے لگے

زیرِ ہدایت روحانیت کے مقامات طے کیے۔ انھوں نے ابوالمعالی کو اپنے ایک مرید خاص شیخ عبدالوہاب کے بھی سپرد کیا، تاکہ وہ ان کو صوفیہ کے آداب سلوک وطریقت سکھائیں[۵۱]۔ انھوں نے خوب ریاضت کی۔ وہ صوم وصال صحرا میں گذارتے، نیلوفر کے سبز پتے کھولا کر روزہ افطار کرتے اور اکثر روزہ بھی اربعین تک پہنچا تے[۵۲]۔ اس طرح وہ مرشد کی نظر میں مقبول ہوئے اور ۹۸۲ھ میں ان کی وفات پر ان کے خلیفہ نامزد ہوئے۔ تحفۂ معالیہ میں لکھا ہے[۵۳] کہ وہ ۲۹ سال تک وہیں رہے پھر اپنے پیر کے روحانی ارشاد پر خلافت ان کے بیٹے شیخ عبداللہ کے حوالے کی اور خود ۱۰۱۱ھ یعنی ۵۱ سال کی عمر میں لاہور روانہ ہوئے اور ۱۰۲۴ یعنی سال وفات تک لاہور میں مقیم رہے۔ مقامات داؤدی مؤلفہ ۱۰۵۶ میں لکھا ہے کہ انھوں نے ۱۰۱۵ سے لاہور میں مستقل سکونت اختیار کر لی، لیکن اس تاریخ سے پہلے بھی لاہور میں ان کی موجودگی کی اطلاع ملتی ہے۔ انھوں نے شیخ مبارک کی وفات پر یعنی ۱۰۰۱ھ میں فیضی کو تعزیت نامہ لکھا اور اپنی معذوری کا عذر کر کے اپنے بیٹے محمد صادق کو فاتحہ کے لیے بھیجا۔ وہ خط یہ ہے:

"بسی در خور لائق بود کہ بدل افگار و چشم اشکبار اظہار ہم پائی در اندوہ خرقہ جدائی بسرعت و اضطراب بجا آوردہ می شد و از جہت عذری بود کہ از دریافت سعادت حضور ماند۔ العذر عند الکریم معذور و مقبول و مامول است۔ فرزند ارجمند محمد صادق از برائے ابلاغ فاتحہ مفتح الابواب قربت و دعاتے مزید حیات وانی بحضرت متوجہ گشت تا بشرف ملازمت الشراف یافتہ دریں حادثہ خون انگیز و واقعہ درد آمیز بملازمان ہم رنگی و ہم آہنگی فقرا، باز نماید[۵۴]۔

خزینۃ الاصفیا میں لکھا ہے کہ جب وہ شیر گڑھ سے لاہور آ رہے تھے تو انھوں نے راستے میں کئی مقامات پر کنوئیں، تالاب اور باغ بنائے جو شاہ ابوالمعالی کی جھوک مشہور ہوئے[۵۵]۔ معاصر اور قریب العصر تاریخوں میں ان عمارات کا کہیں ذکر نہیں۔ کنوئیں، باغ اور عمارات بنانے میں کافی وقت، محنت اور دولت چاہیے ایک درویش بے نوا سے کیا توقع رکھی جا سکتی ہے اور پھر کنوئیں، تالاب اور باغ کو جھوک کیسے کہا جا سکتا ہے۔ جھوک گاؤں یا ڈیرہ کو کہتے ہیں۔ چنانچہ ضلع ملتان میں اب بھی کئی گاؤں جھوک کے نام سے معروف ہیں مثلاً

۵۱۔ مقامات داؤدی۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری روٹوگراف، ص ۲۲۳

۵۲۔ ایضاً: ص ۲۶۶ ۵۳۔ تحفۂ معالیہ، ص ۴ ، ۵۴۔ مقامات داؤدی، ص ۲۸۶

۵۵۔ خزینۃ الاصفیاء غلام سرور، ج ۱، ص ۱۴۹-۱۵۰

جھوک حاجی، جھوک صالح۔[۵۰]

شیر گڑھ چھوڑنے سے پہلے وہ ایک مرتبہ دہلی گئے تھے اور ایک مرتبہ ٹھٹھہ جہاں بابا نیازی شاعر سے ان کی ملاقات ہوئی تھی۔[۵۱]

ہشت محفل یعنی ملفوظات ابو المعالی مرتبہ سید محمد باقر کے بیانات سے منکشف ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کی فقیری، درویشی، پاک بینی اور دیدہ وری کے بہت چرچے ہوئے، چنانچہ لوگ دور دراز سے فیض پانے کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان کے مرید بنتے۔

شیخ عبدالحق اور شاہ ابو المعالی

شیخ عبدالحق دہلوی جو خود عالم، مفسر، محدث، شاعر اور صوفی تھے، شاہ ابو المعالی سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ انھوں نے ایک جگہ ان کے متعلق لکھا ہے:

"اسد الدین شاہ ابو المعالی کہ شیر بیشہ جلالت و سرہنگ ایوان قدرت و از والہان آگاہ و عاشقان درگاہ قادریہ است"[۵۳]

وہ اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں:

"ابو المعالی بغایت مناسبت عالی و قدر متعالی دارد و ریاضت و مجاہدہ کشید و قبول تمام یافتہ و حسن مقال و ضمیمہ صحت حال ساختہ۔ اشتیاق ملازمت او بسیار است، انشاء اللہ میسر گردد۔"[۵۴]

انھوں نے شاہ ابو المعالی کی خدمت میں جو منظوم رقعہ لکھا ہے اس سے ان کی عقیدت و شیفتگی کا علم ہوتا ہے۔ یہ نظم بھی محفوظ رکھنے کے قابل ہے:

رقعہ حضرت شیخ عبدالحق دہلوی بجناب ہدایت و ارشاد مآب زبدۃ الواصلین قدوۃ الراسخین حضرت شاہ ابو المعالی قدس سرہٗ العزیز اینست:

اے بادِ صبا بہ نیک فالی — رو بر درِ شاہ ابو المعالی

آں شاہ سریرِ علم و عرفان — سر حلقۂ اہل ذوق و وجدان

بر جادۂ عارفان آگاہ — مقبول ازل عزیز درگاہ

---

[۵۰] ڈسٹرکٹ سنسس رپورٹ ۱۹۶۰، ملتان ۸۴ ؛ [۵۲] مقامات داؤدی ص ۲۸۰۔

[۵۳] شرح فتوح الغیب، نول کشور، ص ۴۲۱، ۴۲۵۔ [۵۴] اخبار الاخیار دہلی ص ۲۳۸

شاه ابوالمعالی

گر زان که ره مجال یابی | ره در حرم وصال یابی
از بنده بوی دعا رسانی | با هر ادبی که می‌توانی
ثم از حدیث اشتیاقی | من بعد شکایت الفراقی
گو شوقِ تو از حد فزون است | از حیطهٔ گفت و گو برون است
مشتاق جمال تست حقی | جویان جمال تست حقی
عمریست که با تو ای یگانه | می بازم عشق غائبانه
همواره در انتظار آنم | تا قصهٔ ذوق بر تو خوانم
در بخت مدد کند جدایم | چشم بجمالِ تو کشایم
تن گرچه از خدمتِ تو دور است | جان ... که همیشه در حضور است
تشنه لبان یک زلالیم | نظارگیان یک جمالیم
ما ره روان یک دیاریم | دلدادهٔ عشق یک نگاریم
افتاده بخاک یک جنابیم | سرمست ز بوی یک شرابیم
آشفته ز ذوق یک نوائیم | هر چند تو شاه ما گدائیم
خمیازه کشان یک خماریم | دل سوختگان یک شراریم
هیهات من گدا که باشم | لاف زنم که خواجه تاشم
با تو که بجای خواجه باشی | چون لاف زنم ز خواجه تاشی
یک خواجه و صد هزار بنده | یک شاه و هزار سر فگنده
یک شاهد و صد هزار مفتون | یک لیلی و صد هزار مجنون
یک حسن نظارگی ز حد بیش | از تیر نگاه هر یکی ریش
بر سوی دل ز دست داده | از راه شکستگی فتاده!
تا موی که چشم بر کشاید | بر روی مراد در کشاید
هر چند بلند و ما فروئیم | هر طور که هستم ازان اوئیم
نظارگی جمال پیریم | هر چند بدست نفس اسیریم

آلودہ زپای تا بفرقیم	در بحر ولا ر دوست غرقیم
از خم شکنان بادۂ عشق	در راہ روان جادۂ عشق
داریم امید آن کہ نگاہی	بہر جانب ما فتد نگاہی
یک جرعہ سخاک ما بریزد	بر ما بسیتزہ بر نخیزد
من بندہ این در ست کیشان	جان و دلِ من فدائے ایشان

انھوں نے اپنے بیٹے کے نام ایک خط میں اپنے لاہور جانے اور شاہ ابوالمعالی سے ملاقات کرنے کا حال لکھا ہے اور ان کے متعلق اپنے تاثرات قلمبند کیے ہیں۔[۱]

ایک دفعہ شاہ صاحب بیمار ہو گئے اور شیخ صاحب ان کی ملاقات کے لیے بے تاب، لیکن چونکہ ان کو حکم تھا کہ وہ

"شنجنبد و از زاویۂ انزوا پای برون نہ نہد و از درویش و توانگر و خویش بیگانہ و مردہ و زندہ ہیچ کس را نہ بیند و از جائے بجائے نہ رود"۔

اس لیے وہ مجبور تھے ان کے پاس نہیں جا سکتے تھے۔ صحت کی بحالی کے لیے ان کو لکھتے ہیں:

"الحمد للہ کہ بخیر گذشت۔ حق جل وعلا سایۂ عنایت و محبت ایشاں بر فقرائے این سلسلہ پایندہ دارد کہ وسیلۂ حل بسی از مشکلات و سبب آسانی دشواری ہاست"۔

شیخ صاحب اس حبس و قید سے سخت قلق و اضطراب میں تھے اور ان کا دل ریب و تشکک کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ اس لیے ایک مرتبہ شیخ صاحب نے انھیں لکھا:

"ہمہ خیر است و خوب خواہد بود۔ عنایت غوث الاعظم بیشمار است۔ ہیچ غم و اندیشہ را بخود راہ ندہند"

ایک مرتبہ شیخ صاحب درد غم و فراق سے نڈھال ہوئے جا رہے تھے۔ بے بس ہو کر ان کو لکھتے ہیں:

"اندوہ و تنگ دلی از حد گذشتہ۔ وقتِ امداد و اعانت است۔ فریاد رسی می باید کرد، در دای اغاثہ کبری کہ منتہی بجانب حضرت غوث الاعظم است، مے باید پوشید و زرہ داؤدی در بر کرد و در غالب حقیقت عظمیٰ غوثیہ در آمد و تصرّف کرد۔

---

[۱] مقامات داؤدی، روٹو گراف، ص ۱۲۷، ۱۳۸

[۲] کتاب المکاتیب و الرسائل در باب الکمال و الفضائل، دہلی، ص ۲۲۳، ۲۲۷، ۳۰۲ - ۳۰۶

دل مے رود ز دستم صاحبدلان خدارا — دردا کہ راز پنہان خواہد شد آشکارا
فریاد دلِ غمزدہ را گر نکنی گوش — پس پیش کہ از دستِ تو فریاد توان کرد

آخر شیخ عبدالحق اپنی مشکل کشائی کے لیے لاہور پہنچ گئے۔ شاہ ابوالمعالی ان دنوں کہیں لاہور سے باہر گئے ہوئے تھے۔ شیخ صاحب ان کی واپسی سے پہلے بزرگوں کے مزارات پر حاضری دے سکے۔ جب شاہ صاحب واپس آئے تو فرمایا کہ ہمیں کچھ دیر باہر رہنا تھا۔ لیکن ہمارے دل میں ایک جذب وکشش پیدا ہوئی، شاید جذبۂ عشق تھا جو ہمیں کشاں کشاں لے آیا۔ پہلے تو بہت خفا ہوئے کہ آپ دہلی چھوڑ کر کیوں چلے آئے، آپ کے لیے حکم ہے کہ وہیں ٹھہریے۔ شیخ صاحب نے کہا کہ میں حضرت موسیٰ قدس سرہٗ کی زیارت کو جانا چاہتا تھا۔ شیر گڑھ میں حضرت مرشد کے آستانۂ متبرکہ پر حاضر ہونا چاہتا تھا اور اوچ میں مخدوم زادوں، پیرزادوں اور حضرت غوث اعظم کی اولاد کی زیارت سے مشرف ہونا چاہتا تھا لیکن حضرت ابوالمعالیؒ نے فرمایا۔ وہاں جانے کی ضرورت نہیں۔

"ہمہ با شما اند و از شما جدا نیستند"

بس تم دہلی جاؤ۔ حضرت غوث الاعظمؒ نے تمہارے لیے یہ جملہ فرمایا ہے:

"حقت حقانیت حقی حقت فردانیت حقی"

"ما از تصنیفاتِ شما فائدہ دین و دنیا حاصل کردہ ایم۔ حق تعالیٰ شما را بآن منتفع گرداند۔ اگرچہ سخنان مردم بسیار خواندہ ایم و خواندہ مے شود اما سخنان شما را در فقر گوارائی است کہ سخنان مردم دیگر را نیست۔"

شیخ صاحب اپنے بیٹے کو لکھتے ہیں کہ آنحضرت لاہور سے فوراً دہلی چلے جانے پر مُصر تھے لیکن میرے نفس بے ثبات میں تردد و تزلزل تھا۔ جب ان کی طرف سے تاکید و تسلّی و تثبیت ہو رہی تھی۔ اور جب ایسا باکمال شخص محض محبت و اخلاص سے بے غرض و بے عوض اتنا کچھ میرے لیے چاہتا ہو تو کون ایسا سنگدل ہوگا جو نرم نہ ہو جائے۔ ان کی صحبت کا اثر جو میرے ظاہر و باطن پر چھایا ہوا ہے وہ احاطۂ تحریر میں نہیں سما سکتا۔ وداع ہوتے وقت حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا:

"توجہ خود بجانب حضرت غوث الاعظم درست دارید و از ہمہ کس قطع کنید۔ ہر چیز خواہد شد۔"

پھر فرمایا کہ شرح مشکوٰۃ کو مکمل کیجیے۔ انشاء اللہ ایسی کتاب ہوگی کہ اہل عالم اس سے مستفید ہوں گے۔ شرح مشکوٰۃ ۱۰۱۹ سے ۱۰۲۵ کے درمیان پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ اس سے قیاس ہوتا ہے کہ شاہ ابوالمعالیؒ سے ان کی ملاقات ۱۰۲۴ میں یعنی سال وفات سے ایک دو سال پہلے ہوئی ہوگی۔

شاہ ابوالمعالی رحؒ نے ہی حکم دیا کہ فتوح الغیب (مصنفہ غوث اعظم) را ترجمہ باید کرد و شرح باید نوشت وہمہ کارہا را گذاشتہ ایں کار باید کرد۔" [1]

شاہ ابوالمعالی اور عبدالقادر بدایونی

شیخ عبدالحق کے علاوہ مؤرخین میں سے ان کے ہم عصر عبدالقادر بدایونی ہیں جو شیخ داؤد شیر گڑھی کو ارشاد پناہی اور ولایت دستگاہی جانتے تھے۔ اور ان کے جانشین سید ابوالمعالی سے بھی ان کو گہری عقیدت تھی۔ وہ ان کے متعلق لکھتے ہیں:

"درجہاں یک روی یگانۂ زمانہ و درحالات ومقامات فقر وفنا نشانہ، اگر ذکر موافقان رود، نام او وفق، اگر نام سابقان درمیان آید ذکر او اسبق۔

شاہ ابوالمعالی رحؒ نے ان کو ایک خط لکھا تھا جس کو انھوں نے اپنی تاریخ میں نقل کیا۔ ہم بھی تبرکاً اسے محفوظ کر لیتے ہیں:

"زدت اشتیاقا والفواد مجمرة

وفی طی احشائی توقد جمرة

متی یرجع الاحباب من طول سفرة

عزیزا ایں زمان فترت فرقت از ہر آشنا و بیگانہ خیر خیریت پرسان، ہر کسی را قاصدی و رسولی پنداشتہ سلامی و پیامی چشم مے داشت کہ ناگاہ رقیمۂ مودت تمیمہ نسخۂ صحت مزاج سودا زدگان ہجر گردید شوق بر شوق و محبت بر محبت افزود۔ الآن بابیات حضرت قادریہ کہ متلاطم امواج جانفزا سراسیمہ و سرگردان مے دارد۔ درد دل بیرون مے دہد، معذور خواہند داشت۔

ایدیکم عجبا من سائر الوری	فلم ار من سکری امامی ولا وراء
وما فی الحشاء واللّٰہ غیر ہوا کم	یشاہد کم قلبی کانی بکم ارنی
وفی قاع قبری قبلو یحبوا ہم	فہم قبلتی ما دمت حیا وفی ثری
اذا ما اتی منکر ونکیر	اجیب نکیرا حین یاتی ومنکرا
اقول اسئلوا غیری فانی محبہم	وعہدی بہم فی حبہم ما تغیرا

---

[1] شرح فتوح الغیب، نول کشور، ص ۴۲۵

ہمہ لمحہ دعا می رسانند۔ کتبہ الفقیر ابوالمعالی"

در رقعۂ دیگر نوشتہ کہ

آں عزیزی کہ ہمہ شب بدل من گردد
خرم آں روز کہ در دیدہ روشن گردد!

"سلام شوقیہ مرام رفیع الاعلام داؤد بہ قادر بہ نظام تبلیغ نمودہ آنکہ محبت شعاری مولانا عبدالغفور و شیخ عمر را ہمی ضرور یست کہ بہ نسیم التفات عالی برآمدی دارد۔ اگر وقت آں عزیز گنجائش آں داشتہ باشد کہ وقوع یابد الحق بسیار مثمر خیر کثیر خواہد بود والدعا۔"[۵]

شاہ ابوالمعالی اور ملک الشعراء فیضی

ملک الشعراء فیضی کو ابوالمعالی سے بڑی عقیدت تھی۔ ان کی درویشی کا چرچا سنتے اور ان کے اشعار آب دار پسند کرتے، اس لیے ان کی صحبت کے مشتاق تھے۔ انھوں نے شاہ ابوالمعالی کو جو خط لکھا، اور انھوں نے جو خط کا جواب لکھا، ان کی نقلیں مقامات داؤدی میں محفوظ ہیں۔ ایک مرتبہ شاہ صاحب فیضی کا کتب خانہ بھی دیکھنے گئے، اور تین دن تک ایسے انہماک سے دیکھتے رہے کہ کھانے پینے کا خیال تک نہ کیا یہ واقعہ بھی ۱۰۰۱ھ سے پہلے کا ہوگا، کیونکہ دوستانہ مراسم ہو چکے تھے تبھی تو انھوں نے فیضی کے والد شیخ مبارک کی وفات پر (۱۰۰۱ھ) تعزیت نامہ بھیجا۔ متذکرہ صدر دونوں خط بھی ہم نے تبرکاً یادگار کے طور پر محفوظ کر لیے ہیں۔

نامۂ فیضی بنام شاہ ابوالمعالی

ای دل براکہ شہپر شوق گذار خط ۔۔۔ کفر محبت است نوشتن بیار خط
حدیث ما بزبان قلم نیاید راست ۔۔۔ حکایت بے دلتی ہم دانش نیاید راست
نیست قدم کہ سیر کنم بادیۂ فراق را ۔۔۔ نامہ بپای بستہ ام طائر اشتیاق را

سلام اللہ منشور الامالی، علی الشیخ الصفی ابوالمعالی

عمریست کہ از دیباچہ مکارم و معالی ایشان سامعہ التذاذ مے کرد۔ در وقت رفتن و آمدن برآن شدہ بود کہ محبت نامہ فرستادہ رفع حجاب نماید چون خاطر قرار نہ بود۔ بران قرار نگرفت و ازان باز کہ درین شہر گرامیست و قرب جوار بہم رسیدہ می خواست کہ استمزاج وقت ایشاں نماید۔ امروز فردا می افتاد تا دیگر امروز بے اختیار

---

[۵] منتخب التواریخ کلکتہ۔ ج ۳، ص ۱۰۲، ۱۰۴

شد و صد ملامت بر جاذبۂ شوق خود نموده این صحیفۂ اشتیاق را بدر تکلیف روانہ ساخت۔ تکلف بر طرف نفسے چند با دوستان جانی بسر بردن بہ ہیچ چیزی این نشاء فانی برابر نمی توان کرد کہ از عبوری گذر نخواہد بود۔ بیت

بزم نشاط بادہ کشان را غنیمت است   ساقی بیا کہ صحبتِ یاران غنیمت است "

جواب نامۂ فیضی از شاہ ابو المعالی

سلام الرحمٰن نحو جنابکم   لان سلامی لا یلیق ببابکم

اسلم تحابہ و ادعیہ مستجابہ کہ از فدایای قبای اشواق دقیقہ حقیقہ وصول یافت۔ ابراز می نماید کہ چون ہمائے ذی ہوائے اقبال بر فرق فقرا رشکستہ بال سایۂ شہبال سعادت اظلال گسترده سر در این حال اینا نرا چنان از خود ربوده کہ ہر چند می خواستند کہ ادای شکر این دولت حرفی ادا نمایند نتوانستند۔ لاجرم بمجرد دعا اکتفا نموده شد۔ ہمیشہ بفیض اکبر اجدر باشند و آنکہ فقیر خود را بشرف صحبت رامی اشارت فرمودند عزیز سفید تن از وصول دی بسی افسرده بود نیست دارد کہ باین امنیت اگر بہار نسیم یا بد از ہر چہ زود تر بمشیت اللہ تعالیٰ برسد۔ انہ علیٰ ذٰلک قدیر و بالاجابت جدیر۔ والسلام[۱]

شاہ ابو المعالی اور سید داؤد

شاہ ابو المعالی کو اپنے پیر سے عشق تھا، ان کی دعا تھی:

ای خدائے من مرا انجام کار   زندہ و مردہ بعشق پیر دار

اور وہ کہا کرتے تھے:

"ہیچ کارے و ہیچ حرکت و سکنت نمی کنم الا باشارت شیخ خود کہ شیخ داؤد اند قدس سرہ العزیز"[۲]

شیخ داؤد کی مدح میں جو انھوں نے اشعار لکھے ہیں ان سے ان کا جوشِ عقیدت واضح ہے مثلاً

ہستم از جام محبت ہمہ دم دالہ و مست   این و آن را چہ شناسم من داؤد پرست

دل افسردہ کی یابد بگفت ہر کسی گرمی   دل داؤدی می باید کہ آہن را دہد نرمی

بتخت فقر بنشینم چو حاصل گشت مقصودم   سلیمانی کنم گر جان غلام شاہ داؤدم

رباعی ؎

---

[۱] مقامات داؤدی، مخطوطہ، پنجاب یونی ورسٹی لائبریری، ص ۱۴۰، ۱۴۱

[۲] کتاب المکاتیب والرسائل، دہلی، ص ۳۰۳۔

یارب نظری زعین مقصودم بخش آزادگی ز بود و نابودم بخش

ہرچند نیم درخور این دولت خاص یک ذرہ ز عشق شیخ داؤدم بخش

شاہ ابوالمعالیؒ اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

چونکہ شیخ داؤد سلسلۂ قادریہ میں منسلک تھے، اس لیے ابوالمعالیؒ بھی اپنے پیر کی بیعت میں قادری ہوئے۔ اور انھوں نے اس سلسلہ کے فروغ کی کافی کوشش کی۔ اس سلسلے کے بانی غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے ان کو والہانہ عقیدت تھی۔ انھوں نے اپنے اس مرشد کی مدح وستائش میں غلو و اغراق سے کام لیا ہے ہم نے تحفۃ القادریہ کے تجزیہ وتنقید میں ان اشعار کو نقل کیا ہے جو انھوں نے پیر مشائخ کی تعریف میں کہے ہیں۔ بعض اشعار کا مفہوم بظاہر شرک کی حدوں کو چھو رہا ہے۔ مثلاً ہم یہاں صرف ایک شعر نقل کرتے ہیں:

بادشاہی دو جہان را قادری غیر تو کس را نزیبد قادری[۵]

شاہ ابوالمعالیؒ کے متعلق معروف تھا کہ اسی توسل و شیفتگی کے باعث انھیں ایسا قرب حاصل تھا کہ غوث الثقلین خواب میں ان کی رہنمائی کرتے اور مشکلات کو حل کرتے۔ اسی ضمن میں داراشکوہ نے ان کے متعلق ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ اگرچہ پیروں کے متعلق بہت سی کرامات منسوب ہو جاتی ہیں اور آج کل کی علمی وسائنسی دنیا میں ایسی خلاف عادت باتوں پر یقین کرنا دشوار ہوتا ہے لیکن بعض عصری ثقہ شہادت کی بنا پر اس قسم کی محیر العقول باتوں پر یقین کر لینا بعید از عقل نہیں۔ داراشکوہ لکھتے ہیں کہ ان سے اخوند ملا نعمت اللہ نے بیان کیا۔ یہ ملا حضرت میاں میرؒ کے مرید اور داراشکوہ کے مرشد حضرت ملا شاہ کے دوست اور پیر بھائی تھے۔ انھوں نے کہا: ایک دن میرے دل میں آیا کہ مجھے غوث الثقلین سے عقیدت ہے، کیا انھیں بھی اس بات کی خبر ہے کہ نہیں۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ کسی مقام میں عاجز و بے بس ہو گیا ہوں۔ میرا سر ننگا ہے۔ اس وقت غوث الثقلینؒ تشریف لائے اور مجھے سفید پگڑی عنایت کی اور فرمایا۔ "ملا نعمت اللہ ہم ایسے موقعوں پر آپ سے باخبر رہتے ہیں"۔ اس سے اگلے دن شاہ ابوالمعالیؒ نے مجھے بلایا اور سفید پگڑی عنایت کی اور کہا کہ یہ وہی پگڑی ہے[۲]

شاہ ابوالمعالی کو کشف باطن یعنی کشف قلب کا ملکہ حاصل تھا۔ ہشت محفل، میں بھی چند واقعات مندرج ہیں لیکن سب سے مصدقہ معاصر شہادت داراشکوہ کی ہے جنھوں نے اپنے پیر و مرشد حضرت ملا شاہ کی زبانی بیان کیا ہے کہ:

---

۵ تحفۃ القادریہ قلمی، پنجاب یونیورسٹی لائبریری، برگ ۴۳ ب، ۲ سفینۃ الاولیاء، نول کشور، ص ۱۹۶،

"ایک دن میں استاد مُلا نعمت اللہ کے ہمراہ آپ کی زیارت کو گیا۔ ایک شخص ان کے لیے ایک تسبیح لایا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اگر شاہ صاحب، صاحبِ کرامت ہیں تو یہ تسبیح مجھے مرحمت فرمائیں۔ جب میں رخصت ہونے لگا تو انھوں نے مجھے بُلایا اور وہ تسبیح مجھے عنایت کردی اور کہا جب یہ تسبیح تمہارے ہاتھ میں آئے تو سو مرتبہ صلوٰت پڑھو"۔

تصانیف

شاہ ابوالمعالی کی اصلی شہرت تو ان کی درویشی اور کمالات معنوی کی وجہ سے ہے لیکن شاعر ہونے کی حیثیت سے بھی ان کا رتبہ کم نہیں[۵] لیکن اس کی طرف کم توجہ دی گئی ہے۔ ان کا ایک مرتب دیوان بھی موجود ہے دوسری تالیفات میں بھی بعض جگہ انکے منتخب اشعار نظر آتے ہیں۔

انھیں تالیف و تصنیف کا بھی شوق تھا۔ ان کی دیگر تالیفات مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ تحفۃ القادریہ

۲۔ رسالہ شوقیہ

۳۔ مونسِ جان

۴۔ زعفران زار

۵۔ گلدستہ باغِ ارم

۶۔ ہشت محفل یعنی ملفوظات مرتبہ سید محمد باقر

اکثر معاصر اور متاخر مؤرخوں اور تذکرہ نگاروں نے تحفۃ القادریہ کا ذکر کیا ہے۔ مقاماتِ داؤدی میں مونسِ جان کا بھی ذکر ہے۔ رسالہ شوقیہ کے متعلق کسی نے ذکر نہیں کیا۔ ہشت محفل کا حال ابھی ابھی منکشف ہوا ہے۔ اس کا ایک کرم خوردہ نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔

شاہ ابوالمعالی شاعر بھی تھے اور غربتی تخلص کرتے تھے۔ ان کا دیوان بھی پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔ شاہ صاحب کی تصانیف اور شاعری پر ثقافت کے کسی آئندہ شمارے میں ہم تفصیل سے گفتگو کریں گے۔

---

[۵] سفینۃ الاولیاء، نول کشور، ص ۱۹۶